سُورَةُ البَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ

بقرة آية: 262-261 البلاغة

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنفِقُوْنَ اَموَالَهُمْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ
اَلَّذِيْنَ يُنفِقُوْنَ اَموَالَهُمْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ .

(١) التشبيه التمثيلي: فقد شبه نفقة المنفقين في سبيل الله بالحبة في مضاعفة الأجر، فهي عندما يغرسها الغارس تنبت ساقاً يتشعَّب منه سبع شعب، لكل واحد سنبلة. وفيه تجسيد بديع بعقد المماثلة بين المشبَّه والمشبه به. والغرض من التشبيه هنا توضيح المعنى وتقريبه للأذهان أولاً، ثم تأييده بالدليل المحسوس الذي لا يكابر فيه المكابر، ولا يتعنَّت فيه المتعنِّت ثانياً، ثم تزيين المشبه وتجميله، وإلهاب الرغبة فيه، بحيث لا يتردد أحد في الإنفاق بعد أن رأى بعينه سلفاً ما أعدَّ له من جزاء ثالثاً.

1۔ تشبیہ تمثیلی:

اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں خرچ کرنے والوں کے خرچ کو بڑھنے میں دانے کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔دانے کو جب بونے والا بوتا ہے تو اس سے ایک ڈالی یا تنا نکلتا ہے اور پھر اس سے بہت سی ٹہنیاں بن جاتی ہیں، ہر ٹہنی پر ایک خوشہ ہوتا ہے۔اور اس میں مشبہ اور مشبہ بہ میں مماثلت پیدا کر کے ایک خوبصورت جسم بنا دیا گیا ہے(یعنی اس مماثلت کو مجسم کر دیا گیا ہے یعنی ایسے لگتا ہے کہ یہ تمثیل ظاہری طور پر ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہے)اور یہاں تشبیہ کا پہلا مقصد معنی کو واضح اور ذہنوں کے قریب کرنا ہے اور دوسرا مقصد اس کی تائید ایسی دلیل سے پیش کرنا ہے جس کا کوئی متکبر بھی انکار نہ کر سکے اور کوئی ضدی اس میں ضد نہ کر سکے۔ اوور تیسرا نمبر پر مشبہ کو مزین اور خوبصورت کرنا اور اس میں اس طرح رغبت پیدا کرنا مقصود ہے کہ خرچ کرنے والوں کے لئے جو بدلہ تیار کیا گیا ہے اسے اپنی آنکھوں سے مجسم حالت میں دیکھ خیر کوئی بھی خرچ کرنے میں ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہ کرے۔

(٢) «ثم» في أصل وضعها تشير إلى أن ثمة تراخياً بين المعطوف بها والمعطوف عليه، وهذا التراخي قد اختلف فيه، فبعضهم يقول: إنه تراخي الزمن وبُعد ما بينهما. والزمخشري ـ يرحمه الله ـ يحمله على التفاوت في الرتبة، فإلى أيهما يعتزى في هذه الآية؟

© copy rights reserved

لقد أفاض علماء البيان في هذا الباب ، فقال قوم : المراد التراخي في الزمن نظراً للغالب من أن وقوع المنِّ والأذى يكون بعد الإنفاق حتماً ، بل هما مترتبان عليه ، ولا يمكن تصورهما قبل وقوعه ، وهذا حسن جميل ، وذهب الزمخشري إلى أن التراخي هنا محمول على التفاوت في المراتب والتباعد بينهما ، حيث لا يمكن حملها على الزمان لسياق يأبى ذلك في الآية . وحاصله أنها استعيرت من تباعد الأزمنة لتباعد المرتبة ، وهذا من أبدع ما يصل إليه الفكر الراجح والذكاء البعيد الغور ، فإن استخراج هذه الاستعارة على هذا الشكل لا يدركه قصار النظر والابتدائيون ، وعلى هذا يقال : معناها الأصلي تراخي زمن وقوع الفعل وحدوثه ، ومعناها المستعارة إليه دوام وجود الفعل وتراخي زمان بقائه .

2. ثُمَّ:

اس بارے میں علماء نے بہت وضاحت سے بیان کیا ہے۔ تو کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ اکثریت کو دیکھتے ہوئے یہاں زمانے میں تاخیر مراد ہے کیونکہ احسان جتلانا اور تکلیف دینا تو واقعی خرچ کرنے کے بعد ہی ہوتا ہے، بلکہ یہ دونوں تو مرتب ہی خرچ کرنے پر ہوتے ہیں یعنی کوئی خرچ کرے گا تو ہی احسان جتلائے گا یا تکلیف دے گا اور خرچ کرنے سے پہلے تو ان دونوں کاموں کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ اچھی اور خوبصورت وضاحت ہے۔

زمخشری کی رائے یہ ہے کہ تراخی کو ان چیزوں کے مراتب میں فرق اور دوری پر محلول کیا جائے گا کیونکہ آیت میں موجود سیاق کے اس معنی کا انکار کرنے کی وجہ سے اسے زمانے کی تاخیر پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی بات کا خلاصہ یہ ہے کہ زمانے میں تاخیر کو استعارہ کے طور پر مرتبے میں فرق بیان کرنے کے لیے استعمال کیا گیا۔ یہ وہ بدیع اور خوبصورت بات ہے جس تک راجح فکر اور دور تک غور و فکر کرنے والی ذہانت پہنچتی ہے۔ اس استعارہ کو اس طرح نکالنا کوتاہ نظروں اور مبتدی (علم کے شروع شروع میں موجود) لوگوں کے بس کی بات نہیں۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ اس کا اصل معنی تو فعل کے وقوع اور حدوث کے زمانے میں تراخی ہی ہے اور اس کا مستعار معنی فعل کے وجود کا دوام اور اس کی بقا کے زمانے کا دیر تک رہنا ہے۔

© copy rights reserved